Dr. Rizwana Perween

R.N College Hajipur Vaishali

B.A Part-I (Hon.)

Paper - 3rd

Topic:- Mashnawi Nigar ki hasiat Se Meer Hassan ka Martaba

Time:- 3:00 - 3:50 P.M

Date - 02-11-2020

مثنوی نگاری کی حیثیت سے میر حسن کا مرتبہ

میر غلام حسن نام، حسن تخلص، پرانی دلّی کے ایک محلّے سید واڑے میں پیدا ہوئے۔ باپ کا نام میر غلام حسین تھا اور تخلص ضاحک۔ عین جوانی میں باپ کے ساتھ دلّی سے فیض آباد آئے۔ اس زمانہ میں لکھنؤ ایک قصبہ تھا جب نواب آصف الدولہ نے اس کو آباد کیا تو لکھنؤ کی قسمت جاگ اٹھی اور بہت جلد یہ قصبہ شہر میں تبدیل ہو گیا۔ بہت سے امرا اور رؤسا یہیں آکر بس گئے۔ نواب آصف الدولہ چونکہ خود بھی شاعر تھے اس لئے شعراء کی قدر و منزلت اور خاطر مدارات دل کھول کر کرتے تھے۔ جب نواب صاحب کی قدر دانی کی شہرت دلّی پہنچی تو بہت سے شعراء دلّی چھوڑ کر لکھنؤ چلے گئے۔ میر حسن بھی فیض آباد سے لکھنؤ آ گئے اور یہیں رہ کر انھوں نے اپنی شاعری کو جلا دی۔

میر حسن نے دلّی میں تعلیم و تربیت حاصل کی۔ وہ پہلے اپنے باپ کے پھر درؔد کے شاگرد ہوئے اس کے بعد لکھنؤ میں میر ضیاء الدین ضیاؔ کے شاگرد ہوئے۔ مؤلف "آبِ حیات" نے ان کو سوداؔ کا شاگرد لکھا ہے جو صحیح نہیں۔ وہ نہ سوداؔ کے شاگرد تھے نہ میرؔ کے۔ البتہ ان کے کلام کی پیروی ضرور کی تھی۔ اپنے بارے میں "تذکرۂ شعرائے اردو" میں لکھتے ہیں کہ "اصلاحِ سخن از میر ضیا سلمہ گرفتہ ام لیکن طرز و شاز من کما حقہ، سر انجام نیافت، بر قدم دیگر بزرگاں و میرزا رفیع سوداؔ و میر تقی میرؔ پیروی نمودم"

میر حسن کا رنگ گورا تھا اور قد درمیانہ۔ سر پر بانکی ٹوپی پہنتے تھے اور کمر سے دوپٹہ باندھتے تھے۔ داڑھی منڈاتے تھے۔ لکھنؤ کی تہذیب و شائستگی کا بے مثل نمونہ تھے۔ بڑے شگفتہ مزاج اور ظریف الطبع تھے۔ ان کا انتقال ۱۲۰۱ھ مطابق ۱۷۸۶ء میں لکھنؤ میں ہوا اور وہ میں مفتی گنج میں نواب قاسم علی خاں کے باغ کے عقب میں دفن ہوئے۔

میر ضاحک کا خاندان مرثیہ گوئی کے فن میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔ میر حسن کے بیٹوں میں میر خلیق اور میر خلق بہت مشہور ہوئے۔ ان دونوں میں میر خلیق اعلیٰ پائے کے مرثیہ گو تھے مگر

سب سے زیادہ شہرت اور مقبولیت میر حسن کے پوتے میر انیس نے مرثیہ گوئی کے فن میں حاصل کی اور اس فن کو خوب ترقی دی۔

میر حسن کی تصانیف میں ایک دیوان ایک تذکرہ شعرائے اردو اور کئی مثنویاں ہیں۔ مثنویوں میں سب سے زیادہ شہرت "سحر البیان" کو ملی۔ یہ مثنوی میر حسن کا شاہکار اور اردو ادب میں ایک کلاسیکی حیثیت کی حامل ہے۔ یہ مثنوی میر حسن نے اپنے انتقال سے تین سال پہلے ۱۱۹۹ھ مطابق ۸۴-۱۷۸۳ء میں مکمل کی۔ جان گل کرسٹ کی فرمائش پر ۱۸۰۲ء میں میر بہادر علی حسینی نے اس کو نثر میں لکھا۔ ۱۸۰۲ء میں پہلی بار فورٹ ولیم کالج کلکتہ سے شائع ہوئی، دوسرا ایڈیشن ۱۸۰۵ء میں کلکتہ ہی سے شائع ہوا۔ یہ مثنوی اتنی مقبول ہوئی کہ آگرہ اور کلکتہ سے اس کے انگریزی اور ہندی ترجمے شائع ہوئے، حتیٰ کہ پشتو زبان میں بھی اس کا منظوم ترجمہ ملا احمد ترابی نے کیا جو ۱۸۸۰ء میں مرگ سے شائع ہوا۔

اُردو شاعری میں میر حسن کا درجہ بہت بلند ہے۔ انھوں نے مرثیے، قصیدے، غزلیں اور مثنویاں لکھی ہیں۔ غزل میں بھی ان کا درجہ بہت بلند ہے۔ کلام میں روانی اور بے ساختگی بہت ہے مگر ان اصناف میں سب سے زیادہ شہرت اور مقبولیت صنف مثنوی نگاری میں ہوئی۔ یہ ان کے آخری دور کی یادگار ہے، اور ان کا قابلِ قدر کارنامہ ہے۔

میر حسن نے مثنوی "سحر البیان" میں شہزادہ بے نظیر اور شہزادی بدر منیر کا قصہ نظم کیا ہے۔ یہ مثنوی ادب میں کلاسکس کا درجہ رکھتی ہے۔ اس کا طرز بیان نہایت صاف اور سلجھا ہوا ہے۔ زبان بھی سلیس اور بامحاورہ استعمال کی ہے مثنوی کے اہم کردار بے نظیر بدر منیر، نجم النساء، ماہ رخ اور فیروز شاہ ہیں۔

میر حسن نے مثنوی میں اپنی مصورانہ شاعری کا کمال اس انداز سے پیش کیا ہے کہ واقعات کی تصویر ہو بہو سامنے آجاتی ہے۔ بقول مجنوں گورکھپوری "میر حسن اور ان کے پوتے میر انیس دونوں تشبیہات و استعارات سے وہی کام لیتے ہیں جو ایک مصور مختلف رنگوں سے لیتا ہے۔